OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ سب کاامتوں کے قصائص

The stories of the previous nations narrated by the Prophet Muhammad (PBUH)

Dr. Saeeda
Assistant Professor, Department of Arabic, GCWUF.
Email: saeedabano@gcwuf.edu.pk

Laiba Mumtaz
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, GCWUF.

Sidra Yaseen
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, GCWUF.
Email: sidrayaseen261@gmail.com

Received on: 02-07-2025 Accepted on: 04-08-2025

Abstract

The Prophet ﷺnarrated stories from previous nations to provide guidance, moral training, and strengthen faith. These incidents teach that sincerity and good deeds can become a means of Allah's help, gratitude and contentment should be adopted, repentance erases even major sins, and the essence of charity lies in pure intention. They also highlight the virtue of serving parents, chastity, honesty, generosity, and repentance, reminding people of Allah's mercy, justice, and the consequences of sins. The story of the wooden log shows that whoever sincerely intends to return a trust or repay a debt, Allah assists him and ensures the right reaches its owner. Scholars differed about whether treasures extracted from the sea, such as pearls and amber, require khums (one-fifth) or zakat. Similarly, in the debate between Prophet Adam علیہ السلامand Prophet Musa علیہ السلامAdam argued on the basis of divine decree and prevailed, yet the key principle established is that in this world one must not excuse sins by fate but rather repent sincerely.

Keywords: Prophet Muhammad (PBUH), Stories of previous nations, Sincerity in deeds, Gratitude and contentment, Trust and debt repayment, Divine assistance, Sea treasures.

تمہید

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف شریعت کے مبلغ نہیں تھے بلکہ ایک عظیم مصلح اور رہنما بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کی تربیت کے لیے کئی مؤثر طریقہ کار اختیار کیے، جن میں کہانیوں اور واقعات کا ذکر خاص طور پر شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور احادیث کے ذریعہ گذشتہ قوموں کے حالات کو نصیحت، رہنمائی اور تنبیہ کی صورت میں بیان کیا ہے تاکہ امت ان کے انجام سے سبق حاصل کرے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔ یہ واقعات محض تاریخی معلومات نہیں

ہیں بلکہ یہ ایمان، اخلاق اور عمل کو بیدار کرنے والے سبق آموز پہلو بھی رکھتے ہیں۔

سابقہ امم کے قصائص بیان کرنے کا مقصد

نبی کریم ﷺ نے پچھلی امتوں کے واقعات کو صرف معلوماتی حیثیت سے بیان نہیں کیا، بلکہ ان کا بنیادی مقصد امت کی اصلاح، گناہوں کے اثرات سے آگاہ کرنا، نیکیوں کی ترغیب دینا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عدک کو اجاگر کرنا تھا۔

غاروالوں کاقصہ

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُونَ إِذْ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِنَّهُ وَاللَّهِ يَا هَؤُلَاءِ لَا يُنْجِيكُمْ إِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ فِيهِ، .... عَنَّا فَفَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُو1.

''ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم کو علی بن مسہر نے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عمر نے، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پچھلے زمانے میں (بنی اسرائیل میں سے) تین آدمی کہیں راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک بارش نے انہیں آلیا۔ وہ تینوں پہاڑ کے ایک کھوہ (غار) میں گھس گئے (جب وہ اندر چلے گئے) تو غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں یوں کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ہمیں اس مصیبت سے اب تو صرف سچائی ہی نجات دلائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہر شخص اپنے کسی ایسے عمل کو بیان کر کے دعا کرے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کیا تھا۔ چنانچہ ایک نے اس طرح دعا کی۔ اے اللہ! تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا جس نے ایک فرق (تین صاع) چاول کی مزدوری پر میرا کام کیا تھا لیکن وہ شخص غصہ میں آ کر چلا گیا اور اپنے چاول چھوڑ گیا۔ پھر میں نے اس ایک فرق چاول کو لیا اور اس کی کاشت کی۔ اس سے اتنا کچھ ہو گیا کہ میں نے پیداوار میں سے گائے بیل خرید لیے۔ اس کے بہت دن بعد وہی شخص مجھ سے اپنی مزدوری مانگنے آیا۔ میں نے کہا کہ یہ گائے بیل کھڑے ہیں ان کو لے جا۔ اس نے کہا کہ میرا تو صرف ایک فرق چاول تم پر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اس سے کہا یہ سب گائے بیل لے جا کیونکہ اسی ایک فرق کی آمدنی ہے۔ آخر وہ گائے بیل لے کر چلا گیا۔ پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ ایمانداری میں نے صرف تیرے ڈر سے کی تھی تو، تو غار کا منہ کھول دے۔ چنانچہ اسی وقت وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ پھر دوسرے نے اس طرح دعا کی۔ اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میرے ماں باپ جب بوڑھے ہو گئے تو میں ان کی خدمت میں روزانہ رات میں اپنی بکریوں کا دودھ لا کر پلایا کرتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے میں دیر سے آیا تو وہ سو چکے تھے۔ ادھر میرے بیوی اور بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے لیکن میری عادت تھی کہ جب تک والدین کو دودھ نہ پلا لوں، بیوی بچوں کو نہیں دیتا تھا مجھے انہیں بیدار کرنا بھی پسند نہیں تھا اور چھوڑنا بھی پسند نہ تھا کیونکہ یہی ان کا شام کا کھانا تھا اور اس کے نہ پینے کی وجہ سے وہ کمزور

ہو جاتے پس میں ان کا وہیں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پس اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو تو ہماری مشکل دور کر دے۔ اس وقت وہ پتھر کچھ اور ہٹ گیا اور اب آسمان نظر آنے لگا۔ پھر تیسرے شخص نے یوں دعا کی۔ اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے ایک بار اس سے صحبت کرنی چاہی، اس نے انکار کیا مگر اس شرط پر تیار ہوئی کہ میں اسے سو اشرفی لا کر دے دوں۔ میں نے یہ رقم حاصل کرنے کے لیے کوشش کی۔ آخر وہ مجھے مل گئی تو میں اس کے پاس آیا اور وہ رقم اس کے حوالے کر دی۔ اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ چکا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور مہر کو بغیر حق کے نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور سو اشرفی بھی واپس نہیں لی۔ پس اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ عمل تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو، تو ہماری مشکل آسان کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل دور کر دی اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔"

شرح

یہ اصحاب رقیم کے ذکر اور ایک سبق آموز واقعے پر مشتمل ہے جس میں مزدوری، دیانتداری اور بے لوث نیکی کو بیان کیا گیا ہے۔اصحاب رقیم غار کے وہ افراد تھے جنہیں بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے پناہ لینا پڑی، تاہم ان کے قصے ایمان افروز ہیں ۔

ایک شخص نے کچھ مزدوروں کو آدھا درہم مزدوری پر کام پر لگایا، ایک مزدور نے کام زیادہ کیا مگر جب اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ اجرت لیے بغیر چلا گیا۔ مالک نے اس کی مزدوری کی رقم سے کاروبار شروع کیا، جو بڑھتے بڑھتے مال و دولت میں بدل گیا۔ جب وہ مزدور واپس آیا تو مالک نے اسے سب کچھ دے دیا۔ مگر وہ سمجھے کہ مذاق ہو رہا ہے۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ وہ سارا مال اسی کا تھا۔ یہ واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کی احادیث میں مختلف تفصیلات کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ یہ قصہ دیانت، خیر خواہی اور اللہ کے لیے خالص عمل کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ حدیث ایک سبق آموز قصہ اور اس سے حاصل ہونے والے اخلاقی و فقہی نکات پر مشتمل ہے، جس میں تین افراد نے غار میں پناہ لی اور نجات کے لیے اپنے خالص نیک اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔

ابن ابی اوفی کی روایت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے مطابق ان میں سے ایک شخص اپنے والدین کی خدمت کو سب پر ترجیح دیتا تھا، جہاں تک کہ بھوکا ہونے کے باوجود انہیں سوتا دیکھ کر جگانا مناسب نہ سمجھا۔حضرر انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت اس احساس اور ایثار کو مزید واضح کرتی ہے۔

دوسرا شخص اپنی عفت و پاکدامنی کے واقعے کو ذکر کرتا ہے کہ جب ایک عورت نے قحط کے باعث مجبور ہو کر اس کی ناجائز بات ماننے پر آمادگی ظاہر کی تو اس نے اللہ کے خوف سے اسے چھوڑ دیا، حالانکہ وہ مال بھی دے چکا تھا۔

تیسرا واقعہ سالم اور نعمان کی روایات میں ملتا ہے، جس میں ایک شخص نے کسی مزدور کو اجرت دیے بغیر کاروبار میں لگائی، اور مال بڑھا کر سب کچھ مزدور کے حوالے کر دیا۔ ان تینوں نے دعا میں اپنے خالص اعمال کو اللہ کے حضور بطور وسیلہ پیش کیا، جس سے غار کا پتھر ہلتا گیا اور وہ نجات پا گئے۔

اس قصے سے واضح ہوتا ہے کہ خلوص، نیکی، والدین کی خدمت، عفت، دیانت اور ایثار اللہ کے ہاں مقبول ہیں، اور ان نیک اعمال کو دعا میں وسیلہ بنانا شرعی طور پر جائز ہے۔ بعض فقہاء نے اس کی تائید کی ہے، جبکہ طبری جیسے مفسرین نے اس پر مختلف رائے ظاہر کی ہے2

بنی اسرائیل کے ایک کوڑھے اور ایک نابینا اور ایک گنجے کا بیان

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَى بَدَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ.............. وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ3.

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور چمڑی بھی اچھی ہو گئی۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ! یا اس نے گائے کہی، اسحاق بن عبداللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے! بیان کیا کہ فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دیدے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں

جانوروں کے بچے پیدا ہوئے، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین و فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ حقوق اور بہت سے ہیں۔ فرشتہ نے کہا، غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے۔ تم ایک فقیر اور قلاش تھے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آرہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔"

شرح

علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اندھے کا مزاج دونوں ساتھیوں (یعنی کوڑھی اور گنجے) کے مقابلے میں زیادہ درست تھا، کیونکہ کوڑھ ایک ایسی بیماری ہے جو بدن کے مزاج کے بگاڑ اور طبیعت کی خرابی سے پیدا ہوتی ہے اور گنج پن بھی اسی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ اس کے برعکس نابینا ہونا لازماً مزاج کی خرابی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی یہ بیرونی اسباب کی بنا پر بھی واقع ہو جاتا ہے، اس لیے نابینا کی فطرت زیادہ سالم اور دوسروں کی فطرت خراب شمار کی گئی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں کے حالات بطورِ عبرت اور نصیحت ذکر کرنا درست ہے اور یہ غیبت میں داخل نہیں ہوتا، اسی لیے ان تینوں افراد کے نام ذکر نہیں کیے گئے اور نہ ہی ان کے انجام کی تفصیل بیان کی گئی۔ اس روایت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری سے ڈرایا گیا ہے اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرنے اور ان پر شکر و حمد بجالانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

مزید یہ کہ صدقہ دینے کی فضیلت اور محتاج و ناتواں لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کا اکرام اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا اجر و ثواب بیان ہوا ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں بخل کی مذمت ہے اور یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ بخل انسان کو جھوٹ پر آمادہ کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

کی ناشکری کی طرف لے جاتا ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی لکھتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ "بدءاللہ ان یبتلیھم "کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ فرمایا۔

علامہ خطابی نے کہاہے کہ "بدا" کا ظاہری مطلب یہ بنتا ہے کہ گویا کوئی چیز بعد میں اللہ پر منکشف ہوئی ہو، اور یہ اللہ کے حق میں محال ہے، اس لیے یہ روایت خطا پر مبنی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ظاہر کو محال ماننے کا مطلب یہ نہیں کہ روایت کو رد کر دیا جائے، بلکہ اس کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، نہ کہ کوئی چیز اس پر ظاہر ہونا۔4

سو قتل کرنے والا شخص

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ......بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ.5

"ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا ان سے شعبہ نے ان سے قتادہ نے ان سے ابو صدیق ناجی بکر بن قیس نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے خون ناحق کئے تھے پھر وہ نادم ہو کر مسئلہ پوچھنے نکلا۔ وہ ایک درویش کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کیا اس گناہ سے توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ درویش نے جواب دیا کہ نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس درویش کو بھی قتل کر دیا اور سو خون پورے کر دیئے پھر وہ دوسروں سے پوچھنے لگا۔ آخر اس کو ایک درویش نے بتایا کہ فلاں بستی میں چلا جا وہ آدھے راستے بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ مرتے مرتے اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا۔ آخر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں باہم جھگڑا ہوا۔ کہ کون اسے لے جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نصرہ نامی بستی کو جہاں وہ توبہ کے لیے جا رہا تھا حکم دیا کہ اس کی نعش سے قریب ہو جائے اور دوسری بستی کو جہاں سے وہ نکلا تھا حکم دیا کہ اس کی نعش سے دور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب دونوں کا فاصلہ دیکھو اور جب ناپا تو اس بستی کو جہاں وہ توبہ کے لیے جا رہا تھا ایک بالشت نعش سے نزدیک پایا اس لیے وہ بخش دیا گیا۔"

شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں :اس حدیث میں مذکور ہے :پھر وہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا یعنی یہ معلوم کرنے کے لیے نکلا کہ آیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں، صحیح مسلم میں قتادہ سے منقول ہے کہ وہ پوچھتا پھر رہا تھا کہ روئے زمین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کی ایک راہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔

پس وہ راہب کے پاس گیا راہب رہبان نصاری کا واحد ہے اس کا معنی ہے :جو اللہ سے ڈرنے والا اور عبادت گزار ہو اور دنیا کے عیش و عشرت اور لذائذ کو ترک کرنے والا ہو اس میں یہ خبر ہے کہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ رہبانیت کی بدعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے نکالی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں منصوص ہے۔

اس سے ایک مرد نے کہا :تم فلاں فلاں بستی میں جاؤ ہشام کی روایت میں ہے کہ وہاں ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو اور اپنے علاقہ میں لوٹ کر نہ جاؤ کیونکہ وہ براعلاقہ ہے پس وہ روانہ ہوا ابھی وہ آدھے راستہ میں تھا کہ اس کو موت نے آلیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس پر موت کی علامات آگئیں۔

تو اس نے اپنے سینہ کو اس بستی کے قریب کر دیا تو اس کے متعلق فرشتوں نے بحث کی۔

ہشام کی روایت میں ہے :رحمت کے فرشتوں نے کہا :یہ ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے اور دل سے اللہ تعالی کی طرف توجہ کرتے ہوئے آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا :اس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا تب ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اور اس نے کہا :ان دونوں زمینوں کے فاصلہ کی پیمائش کر لو اور وہ جس زمین کے قریب ہو اس کو اس کے ساتھ ملا دو۔

تب اللہ تعالی نے وحی کی :یعنی جس بستی کی طرف وہ جارہا تھا، اس زمین کی طرف وحی کی کہ تو سمٹ جا اور جس زمین سے وہ چلا تھا اس کی طرف وحی کی کہ تو پھیل جا اور دور دور ہو جا؟

ابواللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں ذکر کیا کہ نیک لوگوں کی زمین کا نام نصرہ تھا اور دوسری بستی کا نام کفرہ تھا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور آدمیوں کے حقوق توبہ سے نہیں ساقط ہوتے ؟ اس کا جواب پر یہ ہے کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو جن لوگوں کے اس پر حقوق ہیں ان کو راضی کر دیتا ہے۔

قاتل کی مغفرت کی توجیہات اور اولیاء اللہ کی فضیلت اور کرامت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا مشروع ہے قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ توبہ تمام گناہوں کی طرح قتل کے گناہ کو بھی مٹا دیتی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا 6

"اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور خدا اس پر غضبناک ہو گا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے"

اعتراض کے جوابات

جب کسی مشتق پر کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے تو اس کا ماخذ اشتقاق اسی فیصلے کی وجہ بنتا ہے اور یہاں 'مؤمن' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا اصل اشتقاق ایمان سے ہے، لہذا اس آیت کا مطلب یہ ہے: اگر کوئی شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب قتل کرے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہو گی۔ اور اگر کوئی شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کی بنا پر قتل کرے تو وہ کافر ہو گا اور اس کی سزا بھی دائمی جہنم۔ اور اگر کوئی شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کی بنا پر نہ قتل کرے بلکہ کسی دوسرے سبب سے قتل کرے تو اسے یہ سزا نہیں ملے گی

اگرچہ اس آیت میں عمومی معنی ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم ہے اور یہ آیت بعض لوگوں کے نزدیک خاص و عام دونوں طرح سے موجود ہے۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ اس آیت میں کسی مسلمان کے دوسرے مسلمان کو قتل کرنے کی بات ہو، تو اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان دائمی عذاب جہنم کا حق دار ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے یقیناً وہ سزا ملے گی۔

یہ ممکن ہے کہ اس آیت میں خلود سے مراد مستقل نہ ہو بلکہ طویل مدت کی ملکیت ہو، یعنی وہ ایک طویل وقت تک جہنم میں رہے گا۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس آیت میں یہ شرط پوشیدہ ہے کہ اگر اسے معاف نہ کیا جائے یا اس کی توبہ قبول نہ کی جائے، تو ایسی صورت میں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

یہ آیت بیداری و خوف کی ترغیب دیتی ہے، یعنی مسلمانوں کو عذاب کا ذکر کر کے ڈرایا جاتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان قتل کو معمولی سمجھتا ہے تو اس کے لیے یہ سزا ہے، مگر یہ سزا مطلق قتل کی حیثیت سے نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص اس بات کا انکار کرتا ہے کہ مسلمان کا قتل حرام ہے تو پھر یہ اس کی سزا ہے۔

اگر کسی نے مسلمان کو حلال سمجھ کر قتل کیا تو اس کے لئے یہی سزا ہے۔

یہ حدیث عالم کی عابد پر فضیلت بیان کرتی ہے کیونکہ جس نے پہلے اس قاتل کو کہا تھا: تمہاری مغفرت نہیں ہو گی، وہ عابد تھا اور جس نے کہا کہ تم فلاں جگہ جاؤ، وہاں عبادت کرو تو تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی، وہ عالم تھا۔ یہ حدیث اولیا اللہ کی عظمت بیان کرتی ہے کہ ان کے پاس جا کر عبادت کرنے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔7

چور، زانیہ اور مالدار کو صدقہ دینا

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، .... مِمَّا أَعْطَاهُ

.8اللّٰہُ

"ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے بنی اسرائیل میں سے کہا کہ مجھے ضرور صدقہ آج رات دینا ہے۔ چناچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ناواقفی سے ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ آج رات میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چناچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چناچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے۔ میں اپنا صدقہ لاعلمی سے چور، فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے۔ تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے، وہ خرچ کرے۔"

شرح

اس نے چور کے ہاتھ پر زکوۃ رکھی یہ اس بات پر مبنی ہے کہ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ چور ہے۔ صبح کے وقت لوگوں نے کہا کہ چور کو صدقہ دیا گیا ہے یعنی وہ لوگ جو اس شخص کے ساتھ رہتے تھے، انہوں نے یہ بات کہی۔ وہ بولا اے اللہ !تیری حمد کے لیے یہ ہے :یہ جملہ اس نے یا تو انکار کرتے ہوئے کہا، یا حیرت کے طور پر۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ بے خبری میں اس نے ایک چور سے بدتر شخص کو صدقہ نہیں دیا، یا وہ حیران تھا کہ میں نے بے خبری میں کس کے ہاتھ میں صدقہ دے دیا۔ اور اللہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ لا علمی کے عیب سے پاک ہے

اے اللہ !زانیہ پر صدقہ دینے کی وجہ سے تیری حمد ہو۔ اسے حیرت ہوئی کہ میں نے نادانستہ زانیہ کے ہاتھ پر صدقہ دے دیا، اور اس نے اللہ کی تعریف اس وجہ سے کی کیونکہ یہ میری نیت نہیں تھی کہ میں زانیہ کو صدقہ دوں، بلکہ ،یہ اللہ کا ارادہ تھا۔ اور اللہ کے ہر عمل کی خوبی اور تعریف لائق ہے۔ وہ بھی ان کفار، فستان اور نجار کا رب ہے انہیں روزی دیتا ہے۔ اس نے غیب سے آواز سنی :شاید اس نے یہ آواز خواب میں سنی، یا بیداری کی حالت میں کسی ھاتف کی آواز سنی، یا ممکن ہے کہ اسے اس دور کے نبی کی خبر ملی ہو یا کسی عالم نے اسے فتوی دیا ہو۔

ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو فقیر سمجھ کر زکوۃ دی اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ شخص مالدار تھا تو اس

کی زکوۃ ادا ہو گئی، اور دوبارہ دینے کا واجب نہیں ہے۔ حسن بصری اور ابراہیم ان دونوں کا یہی نظریہ ہے۔ امام ابو یوسف اور امام شافعی دونوں کا نظریہ ہے کہ اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی، لہذا دوبارہ زکوۃ دینا ضروری ہے۔ یہ بات حدیث سے بھی امام اعظم کے موقف کی تائید کرتی ہے۔9

لکڑی میں چھپی امانت

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ا ؓ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى ا ؓ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ............ نْفَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.10

"اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا' انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے' انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے اللہ کے بھروسے پر اس کو دے دیں۔ اب جس نے قرض لیا تھا وہ سمندر پر گیا کہ سوار ہو جائے اور قرض خواہ کا قرض ادا کرے لیکن سواری نہ ملی۔ آخر اس نے قرض خواہ تک پہنچنے سے ناامید ہو کر ایک لکڑی لی اس کو کریدا اور ہزار اشرفیاں اس میں بھر کر وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ اتفاق سے قرض خواہ کام کاج کو باہر نکلا' سمندر پر پہنچا تو ایک لکڑی دیکھی اور اس کو گھر میں جلانے کے خیال سے لے آیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ جب لکڑی کو چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں۔"

شرح

سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوب زکوۃ کے متعلق اختلاف فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب منبر اور موتیوں کو سمندر سے نکالا جائے تو ان میں خمس ہے یا نہیں۔

خمس سے مراد ہے جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی مالیت کا پانچواں حصہ حکومت کو یا بیت المال کو ادا کرنا۔

جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی گھر کے باقی سامان کی طرح ہیں۔ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ عنبر اور موتی اور جو زیور بھی سمندر سے نکالا جائے اس میں خمس ہے

ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو فرض کیا: ارشاد فرمایا

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً11

"ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کر لو۔"

رسول اللہ ﷺ نے ان کے بعض اموال سے زکوۃ لی اور بعض اموال سے زکوۃ نہیں لی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کے تمام مالوں میں سے زکوۃ لیں، لہذا صرف ان ہی اموال سے زکوۃ لینا واجب ہے جن اموال سے رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ لی ہے اور جن اموال سے زکوۃ لینا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔

المطلب نے کہا ہے: وہ شخص سمندر سے اس کھوکھلی لکڑی کو اٹھا کر اپنے گھر والوں کے لیے لے گیا اس میں یہ دلیل ہے کہ سمندر میں جو سامان وغیرہ ملے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور وہ چیز اس کی ہے جس کو وہ ملے حتیٰ کہ سمندر سے ایسی چیزیں ملیں جن کا کوئی مستحق ہو جیسے دینار اور کپڑے وغیرہ تو ان کا بھی میں حکم ہے البتہ جب کسی چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو وہ چیز اس کو لوٹا دی جائے گی اور جس چیز کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو اور اس چیز کی کوئی زیادہ قیمت نہ ہو تو جس شخص کو وہ چیز ملی ہو وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس کا اعلان کرے ماسوا اس کے کہ اس چیز میں کوئی ایسی دلیل ہو جس سے اس کے مالک پر استدلال کیا جا سکے مثلاً اس پر کسی معین شخص کا نام لکھا ہو یا کوئی اور علامت ہو تو اس کا اعلان کرنے میں علماء اجتہاد کریں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی امانت یا اس کا قرض واپس کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا کفیل اور مددگار ہوتا ہے اور جو اللہ کو اپنا گواہ اور کفیل بنائے تو اس کے لیے اللہ کافی ہو گا۔ جو شخص کسی کی امانت کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مدد کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرمائے گا12

حضرت آدم اور حضرت موسی علیہم السلام کی گفتگو

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ا ّ ِ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ: حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرٍو ، عَنْ طَاوُسٍ ، سَمِعْتُ أَ َ هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى ا ّ ُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: احْتَجَّ آدَمُ، وَمُوسَى فَقَالَ لَهُ مُوسَى: َ آدَمُ، أَنْتَ أَبُو َ خَيَّبْتَنَا .... النَّبِيِّ صَلَّى ا ّ ُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.13

"ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے عمرو سے اس حدیث کو یاد کیا، ان سے طاؤس نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا آدم اور موسیٰ نے مباحثہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا: آدم! آپ ہمارے باپ ہیں مگر آپ ہی نے ہمیں محروم کیا اور جنت سے نکالا۔ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا موسیٰ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کے لیے برگزیدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے تورات کو لکھا۔ کیا آپ مجھے ایک ایسے کام پر ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ آخر آدم علیہ السلام بحث میں موسیٰ علیہ السلام پر غالب آئے۔ تین مرتبہ نبی کریم ﷺ نے یہ جملہ فرمایا۔ سفیان نے اسی اسناد سے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پھر یہی حدیث نقل کی۔"

شرح

اللیث بن سعد نے فرمایا اس واقعہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی برتری کا ذکر ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطاء کو معاف کر دیا تھا اور ان کی توبہ قبول کی تھی، اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا آپ وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی ہے اور اس تورات میں ہر چیز کا علم ہے۔ کیا آپ نے اس تورات میں یہ نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے گناہ کی تقدیر کی تھی اور یہ بھی مقدر کر دیا

تھا کہ میں توبہ کروں گا، اور اسی تقدیر کے باعث مجھ سے ملامت اٹھ گئی، جس کی وجہ سے آپ مجھے ملامت کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کسی طرح کی ملامت نہیں رکھی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہم السلام کی ملاقات

علامہ عینی کا کہنا ہے یہ ملاقات حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہم السلام کے زمانہ میں ہوئی ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو بطور معجزہ زندہ کیا ہو، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے گفتگو کی ہو گی۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ظاہر کر دی ہو، جس کے نتیجے میں دونوں ایک دوسرے سے بات چیت کرنے لگے ہوں۔ یا شاید ایسا ہوا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی روح دکھادی ہو، جیسا کہ نبی ﷺ نے شب معراج انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح دکھائی گئیں۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں حضرت آدم علیہ السلام دکھائے جانے کا تجربہ ہوا ہو اور انبیاء علیہم السلام کے خوابوں میں وحی کی جاتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان دونوں نے عالم برزخ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی ہو۔ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوا، اور پھر دونوں کی روحیں آسمان میں آپس میں مل گئیں۔ اسے علامہ ابن عبد البر اور علامہ قالبسی نے یقین کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں دنیا میں یہ ملاقات نہیں ہوئی، اور یہ ملاقات آخرت میں ہو گی۔ اور اس کو ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اس کا وقوع پانا حق اور یقینی ہے، لہذا گویا کہ یہ واقع ہو چکا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چالیس سال پہلے ان کی تقدیر لکھنے کی توجیہات

علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور تمام مخلوقات کی تخلیق سے پہلے بھی اللہ کو ان کا علم تھا، لیکن ان کے لکھے جانے کے اوقات مختلف ہو سکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ بات ثابت ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تقدیرات کو لکھا، اس لیے ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ خصوصی طور پر چالیس سال قبل لکھا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہ وقت ہو جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی کے پتلے میں رہے، یہاں تک کہ ان میں روح ڈالی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جو مٹی سے ہوئی اور پھر ان میں روح ڈالی گئی، اس کا دورانیہ چالیس سال تھا۔ یہ بات اس سے متصادم نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین کو تخلیق کرنے کی عمومی مدت پچاس ہزار سال پہلے لکھی گئی۔

دنیا میں اپنی خطاؤں پر تقدیر کا عذر پیش کرنے کا عدم جواز

کیا ہم میں سے کوئی اپنی غلطی یا گناہ کی وجہ تقدیر کو قرار دے سکتا ہے کہ میں نے فلاں ناپسندیدہ عمل اس لیے کیا کہ یہ پہلے ہی میرا مقدر تھا، جیسے حضرت آدم نے یہ دلیل دی کہ ان کے ممنوعہ پھل کا کھانے کی وجہ سے وہ جنت سے نکالے گئے، حالانکہ یہ پہلے ہی مقدر تھا۔ اور یوں حضرت آدم علیہ السلام کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلیل پر غالب آ گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی ظاہری خطا کے حوالے سے تقدیر پر استدلال نہیں کیا، بلکہ اس خطا کی بنا پر نادم رہے،

روتے رہے، توبہ اور استغفار کرتے رہے۔ اور جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنی اس ظاہری خطا کے وقوع پذیر ہونے کے حوالے سے تقدیر پر استدلال کیا۔ نیز ہمیں بھی دنیا میں اپنی غلطیوں اور گناہوں پر تقدیر سے استدلال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ اگر ہم سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے تو ہمیں اس پر سچے دل سے توبہ اور استغفار کرنی چاہیے، اور تقدیر کا معاملہ بعد میں ہمارے سامنے آجائے گا۔**14**

حوالہ جات

1 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، حدیث نمبر: ۳۴۶۵۰
2 ڈاکٹر، عبدالکبیر، محسن، پروفیسر، توفیق الباری فی شرح صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، جلد ۵، ص: ۲۱-۲۰
3 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، حدیث نمبر: ۳۴۶۴
4 غلام رسول سعیدی، علامہ، نعمتہ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، جلد ۶، ص: ۵۴۳-۵۴۲
5 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، حدیث نمبر: ۳۴۷۰
6 النساء ۴(۹۳)
7 غلام رسول سعیدی، علامہ نعمتہ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، اردو، بازار لاہور، جلد ۶، ص: ۵۵۲-۵۵۱
8 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، حدیث نمبر: ۱۴۲۱
9 غلام رسول سعیدی، علامہ نعمتہ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، جلد ۳، ص: ۶۳۶-۶۳۵
10 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، حدیث نمبر: ۱۴۹۸
11 التوبہ ۹(۱۰۳)
12 غلام رسول سعیدی، علامہ نعمتہ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، جلد ۳، ص: ۸۴۸-۸۴۲
13 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، ۲۰۰۲ء، حدیث نمبر: ۶۶۱۴
14 غلام رسول سعیدی، علامہ نعمتہ الباری فی شرح صحیح بخاری، فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، جلد ۱۴، ص: ۴۴۷-۴۴۵

References

1. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, 2002, Hadith No.: 34650
2. Dr. Abdul Kabir, Mohsin, Professor, Tawfiq Al-Bari in the commentary of Sahih Bukhari, Maktaba Islamia, Lahore, 2009, Vol. 5, pp. 21-20
3. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, 2002, Hadith No.: 3464
4. Ghulam Rasool Saeedi, Allama, Niamatah Al-Bari in the commentary of Sahih Bukhari, Farid Book Stall, Urdu Bazaar, Lahore, Vol. 6, pp. 543-542
5. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, 2002, Hadith No.: 3470
6. Nisa 4 (93)
7. Ghulam Rasool Saeedi, Allama Niamatah Al-Bari in the commentary of Sahih Bukhari, Farid Book Stall, Urdu Bazaar, Lahore, Vol. 6, pp. 552-551
8. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, 2002, Hadith No.: 1421
9. Ghulam Rasool Saeedi, Allama Nematah Al-Bari in the commentary of Sahih Bukhari, Farid Book Stall, Urdu Bazaar, Lahore, Vol. 3, pp.: 636-635

10. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, 2002, Hadith No.: 1498
11. Al-Tawbah 9(103)
12. Ghulam Rasool Saeedi, Allama Nematah Al-Bari in the commentary of Sahih Bukhari, Farid Book Stall, Urdu Bazaar, Lahore, Vol. 3, pp.: 848-842
13. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, Dar Ibn Kathir, 2002, Hadith No.: 6614
14. Ghulam Rasool Saeedi, Allama Nematah Al-Bari in the commentary of Sahih Bukhari, Farid Book Stall, Urdu Bazaar, Lahore, Vol. 14, pp.: 447-445